١٦٧

غلط توہمات اور غلط نظریات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی دامت برکاتہم

نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

ضبط و ترتیب

حبیب اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

دکان نمبر ۲۹، نایاب جامع مسجد، لیاقت آباد کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم

: گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر ۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلط توہمات اور غلط نظریات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ ۝ صدق اللہ العظیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نظریات کا قلع قمع فرمایا

میرے قابلِ احترام بزرگو! سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے اور اللہ جل شانہ نے آپ کو اپنا نبی بنا کر مبعوث

فرمایا اور آپ نے اپنا منصب رسالت ادا فرمانا شروع کیا تو آپ نے جہاں لوگوں کو اللہ جل شانہ پر، اپنے نبی اور پیغمبر ہونے پر، آخرت کے برحق ہونے پر، جنت و دوزخ کے برحق ہونے پر، حساب و کتاب کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے برحق ہونے پر لوگوں کو دعوت دی اور جہاں آپ نے لوگوں کو کفر وشرک سے باز رہنے کی تلقین فرمائی، توحیدِ خالص ان کے سامنے پیش کی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی دعوت دی، وہاں اس زمانے کے انسانوں میں جو طرح طرح کی غلط باتیں، غلط نظریات، وہم کی باتیں، توہم پرستی کی باتیں پائی جاتی تھیں، ان کا بھی قلع قمع فرمایا، ان کو بھی دور فرمایا اور ان سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی۔

غلط نظریات کافروں کی طرف سے آئے

ان توہمات، غلط نظریات، جاہلانہ خیالات، بے بنیاد اور بے حقیقت باتوں میں سے بعض باتیں ایسی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک بعض لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ تمام باتیں دراصل کافروں کی طرف سے چلی آرہی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی وہ باتیں کافروں کے اندر پائی جاتی تھیں، وہ تمام غلط باتیں، توہم پرستی کی باتیں، غلط غلط نظریات کافروں ہی کے تھے، جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے وہ ان باتوں سے بالکل پاک صاف، ان سے مبراء ہو گئے اور وہ سارے کے سارے موحد اور اللہ کے سچے نام لیوا ہو گئے، لیکن جو ایمان نہیں لائے وہ اسی طرح ان غلط باتوں کے اندر مبتلا رہے جیسے کفر وشرک میں مبتلا رہے، گمراہی میں ڈوبے رہے، توہمات میں بھی مبتلا رہے اور وہی توہمات کافروں کے اندر آج تک چلے آرہے ہیں، لہٰذا آج بھی کافروں کے اندر وہ باتیں پائی جاتی ہیں، وہیں سے مسلمانوں کے اندر بھی

منتقل ہوتی رہتی ہیں اور مسلمان بھی اپنی نادانی، جہالت اور ناسمجھی کی وجہ سے ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی باتوں کی طرف کچھ توجہ دلائی جائے، اگر خدانخواستہ کسی مسلمان مرد یا کسی مسلمان عورت میں وہ خرابی موجود ہو تو وہ اس کو دور کر لے اور جس میں نہیں ہے وہ بھی احتیاط رکھے۔

پہلا غلط نظریہ ''بیماری کا ایک دوسرے کو لگنا''

ان غلط نظریات میں سے ایک غلط نظریہ کافروں کا یہ تھا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو ازخود ایک سے دوسرے کو لگتی ہیں، ایسی بیماریوں کو اہلِ عرب ''عَدْوٰی'' کہتے تھے، عَدْوٰی اس بیماری کو کہتے تھے جو اگر کسی کے ہو جائے تو جو آدمی اس کے پاس بیٹھے گا، اس کے ساتھ کھانا کھائیگا، اس سے ملنے جائیگا، تو اس مریض کی وہ بیماری اس کے ساتھ کھانے والے کو اور اس سے ملنے والے کو بھی ہو جائیگی، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر عربوں کا نظریہ تھا اور ان کا یہ خیال اور تصور تھا، اس لئے وہ لوگ جب کسی شخص کو کسی خطرناک بیماری میں مبتلا پاتے تو اس سے بالکل دور ہٹ جاتے تھے اور اس سے ملنا جلنا، اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا، اس کے پاس آنا جانا، اس کے ساتھ کھانا پینا بند کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بہت خطرناک بیماری میں مبتلا ہے، اگر ہم اس کے پاس جائیں گے، اس کے پاس بیٹھیں گے، اس سے ملیں گے اور اس کے ساتھ کھائیں گے تو جو بیماری اس کے ہو رہی ہے، وہ بیماری ہمارے بھی لگ جائیگی، پھر ہم بھی بیمار ہو جائیں گے۔

انسان تو انسان وہ لوگ جانوروں کے اندر بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ایک جانور کی بیماری دوسرے جانور کو لگ جاتی ہے، جیسے اونٹ کو خارش کی بیماری ہوتی ہے، تو ان کا عقیدہ یہ تھا کہ خارش کی بیماری پہلے اس کے ہونٹ کے نیچے ہوتی

ہے، پھر وہاں سے پھیلتے پھیلتے سارے جسم میں خارش ہو جاتی ہے، پھر اس کی یہ خارش دوسرے اونٹوں کے لگ جاتی ہے اور اس طرح سے ایک اونٹ کو خارش ہونے کی وجہ سے اونٹوں کا پورا ریوڑ خارش کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے اور پہلے اونٹ کی خارش سب کو لگ جاتی ہے، اس لئے جس اونٹ کو خارش ہو جاتی تھی، وہ لوگ اپنے سارے اونٹ اس سے دور لے جاتے تھے، اس کو الگ تھلگ کہیں باندھ دیتے تھے، کسی اونٹ کو اس کے پاس جانے نہ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس اونٹ کے جب خارش ہوگئی تو اب یہ اونٹ جس کے پاس بھی جائیگا اس کے بھی خارش لگائیگا اور جو اونٹ اس کے پاس آئیگا، اس کے بھی خارش لگ جائیگی اور اس کے اندر بھی خارش کی بیماری پیدا ہو جائیگی۔

آج بھی یہ نظریہ پایا جاتا ہے

جس طرح زمانہ جاہلیت میں خارش کو وبائی بیماریوں کے اندر اور لگنے والی بیماریوں کے اندر شمار کیا جاتا تھا، اسی طرح آج بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بیماریاں ہیں جیسے ڈائریا، نزلہ، زکام، طاعون، برص وغیرہ، ان کے بارے میں بھی یہی نظریہ ہے کہ ان بیماریوں میں سے کوئی اگر کسی کے اندر ہو جائے تو بس ان کے گھر والوں کی خیر نہیں ہے، پھر سب گھر والوں کو ہوگی، ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کو لگتی چلی جائیگی، نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط نظریہ، غلط عقیدہ اور بے بنیاد تصور کی نفی فرمائی اور اپنے ایک، دو، تین نہیں بلکہ بہت سارے ارشادات کے ذریعہ بتا دیا کہ ہرگز ہرگز کسی بیماری کے اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ ازخود کسی دوسرے کے لگ جائے، چاہے وہ کتنی ہی خطرناک سے خطرناک بیماری ہو جیسے ہمارے زمانے میں کینسر کا مرض ہے اور چاہے بالکل معمولی مرض ہو جیسے نزلہ زکام اور چاہے وہ ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے بہت سے آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں جیسے

طاعون، جذام۔ جتنی بیماریوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وبائی بیماری اور ایک دوسرے کو لگنے والی بیماری کہا جاتا تھا یا آج کے ڈاکٹر کہتے ہیں جو انگریزوں کے مقلد ہیں، جو انگریزوں نے کہدیا بس اس کو پتھر کی لکیر سمجھتے ہیں، اپنے دین کی تعلیمات کی ان کو خبر ہی نہیں کہ ہمارے دین میں کیا ہے، بیماریوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیا ہیں، اس کی انہیں خبر نہیں، بچپن سے بڑھاپے تک جو کچھ پڑھا وہ سب انگریزوں سے پڑھا تو اب انگریزوں کی باتیں ان کے لئے پتھر کی لکیر ہیں، لہٰذا جس بیماری کے متعلق انگریزوں نے کہدیا کہ یہ بیماری لگتی ہے تو بس ہمارے مسلمان ڈاکٹر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لگنے والی بیماری ہے الا ماشاء اللہ، یہ کافروں کا عقیدہ ہے اور کافروں کا عقیدہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے، ان کا نظریہ کیسے درست ہوسکتا ہے، نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تمام خیالات، نظریات، عقائد اور اس قسم کی ساری باتوں کو بے بنیاد قرار دیا، ان کو بے حقیقت فرمایا، بے اصل فرمایا اور غلط قرار دیا۔

خارش کے متعدی نہ ہونے سے متعلق حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر عرب خارش کی بیماری کو متعدی بیماری سمجھتے تھے، لہٰذا جب آپ نے اس بات کو بیان کیا کہ کسی کی بیماری از خود کسی کو نہیں لگ سکتی تو عرب کے بدوؤں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور! آپ یہ کیسے فرمارہے ہیں کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی، ہم تو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک اونٹ کو خارش کی بیماری ہوتی ہے، خارش کی بیماری پہلے اس کے ہونٹ کے نیچے ہوتی ہے، پھر وہاں سے پھیلتے پھیلتے سارے جسم میں خارش ہوجاتی ہے، پھر اس کی یہ خارش دوسرے اونٹوں کے لگ جاتی ہے اور اس طرح سے سارے کے سارے اونٹ خارش کے اندر مبتلا ہوجاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، جب تم یہ کہتے ہو کہ

خارش کی بیماری ایک سے دوسرے کولگتی ہے تو بتاؤ پہلے اونٹ کوکس کی بیماری آ کر لگی؟ معلوم ہوا کہ جب پہلے اونٹ کوکسی کی بیماری نہیں لگی تو دوسرے اونٹوں کو بھی پہلے کی بیماری نہیں لگی بلکہ ہر ایک کے اندر الگ الگ پیدا ہوئی، جس کے بارے میں اللہ پاک کومنظور ہوا اس کو خارش ہوگئی اور جس کے بارے میں منظور نہیں ہوا اس کو نہیں ہوئی۔ آپ نے اس نظریہ کی جڑ ہی کاٹ دی کیونکہ پہلے اونٹ کوکس کی خارش لگی؟ ظاہر ہے اس سے پہلے تو کوئی خارش والا اونٹ ہے ہی نہیں، جب نہیں تو اس کے اندر خارش خود ہی پیدا ہوئی ہے، کسی کی آ کر نہیں لگی اور جب پہلے اونٹ کوکسی کی خارش نہیں لگی تو اس سے کسی اور کو بھی نہیں لگی، لہٰذا باقی اونٹوں کے اندر جو خارش پیدا ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود ہی پیدا ہوئی۔

صحت و بیماری تقدیر کے مطابق ہوتی ہے

آپ نے یہ تعلیم فرمادی کہ صحت، تندرستی، مرض اور بیماری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے، اس میں بھی توحید کی تعلیم ہے، وحدانیت کی تعلیم ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تعلیم ہے کہ اللہ پاک قادر مطلق ہیں، مالک الملک ہیں، وہی صحت دینے والے ہیں، وہی بیماری دینے والے ہیں، جب ان کا حکم ہوتا ہے اور جس کے بارے میں حکم ہوتا ہے اور جتنا ہوتا ہے اور جہاں ہوتا ہے بس صرف اسی کے اندر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیماری پیدا ہوتی ہے، اگر اللہ پاک نے اس کی تقدیر میں بیماری لکھی ہے تو چاہے وہ سو فیصد تندرستوں کے اندر ہو، نہ دائیں کوئی مریض ہو، نہ بائیں کوئی مریض ہو، نہ آگے مریض ہو، نہ پیچھے مریض ہو، ہر جگہ صحت منداور صحت بخش فضاء کے اندر رہتا ہو اور صحت مند انسانوں کے درمیان رہتا ہو پھر بھی اس کو بیماری ہو جاتی ہے، خطرناک سے خطرناک بیماری بھی ہو جاتی ہے اور معمولی سے معمولی تکلیف بھی ہو جاتی ہے، اب وہاں کوئی دوسرا بیمار ہے ہی نہیں، اگر بیماری ایک کی دوسرے کولگتی ہے تو پھر اس کو کہاں سے ہوئی،

معلوم ہوا کہ اللہ کے حکم سے ہوئی۔

تقدیر دنیا بننے سے پہلے لکھدی گئی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تلقین فرمائی اور اس کی تعلیم دی کہ اللہ پاک نے جتنے بھی انسان پیدا فرمائے ہیں، ان سب کی تقدیر اللہ پاک نے ان کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی لکھدی تھی، بلکہ زمین وآسمان کے بنانے سے بھی پہلے اور ایک قول یہ ہے کہ دنیا اور زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے بھی پچاس ہزار سال پہلے اللہ پاک نے سارے آنے والے انسانوں کی تقدیر لکھدی اور اس تقدیر میں ہر آدمی کی بیماریاں بھی لکھدیں، صحت بھی لکھدی، عزت بھی لکھدی، روزی بھی لکھدی، زندگی بھی لکھدی، خوشی اور غمی بھی لکھدی، غرض سب ہی کچھ لکھ دیا، اب اس دنیا میں آنے کے بعد جس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ سب اس کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے، اگر دس آدمیوں کی تقدیر کے اندر ایک بیماری لکھی ہوئی ہے تو ہر ایک کو وہ بیماری اس کی تقدیر کے مطابق مستقل ہوگی، ایک کو دوسرے کی نہیں لگے گی، دوسرے کو تیسرے کی نہیں لگے گی اور جن کی قسمت میں بیماری لکھی ہوئی نہیں ہے وہ چاہے ان بیماری والوں سے گلے ملیں، چاہے ساتھ کھانا کھائیں اور چاہے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، ان کو یہ بیماری قطعاً نہیں ہوگی اور یہ چیز ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جن علاقوں میں کوئی بیماری عام ہو جاتی ہے تو اس بیماری کی وجہ سے سارے نہیں مرتے، جس طرح ہزاروں مرتے ہیں تو ہزاروں بچتے بھی ہیں، اگر بیماری کے لگنے کا نظریہ صحیح ہوتا تو کسی کو بھی نہیں بچنا چاہئے تھا لیکن ہر جگہ جہاں بھی کوئی بیماری ہوتی ہے، کبھی بھی نہ سارے مرتے ہیں نہ سارے جیتے ہیں، اس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ دراصل یہ سب تقدیر کا کام ہے، ان ہزاروں انسانوں میں سے جس جس کی قسمت میں اللہ پاک نے وہ بیماری لکھی تھی، ان کو وہ بیماری ہوگئی اور اس بیماری کے ذریعہ ان کا انتقال

ہو گیا اور جن لوگوں کی تقدیر میں اللہ پاک نے وہ بیماری نہیں لکھی تھی ان کو کچھ بھی نہ ہوا، وہ صحیح سلامت رہے، وہاں موجود ہونے کے باوجود بھی بچ گئے، تو غم بھی مقدر ہے، مرض بھی مقدر ہے، صحت بھی مقدر ہے، مالداری بھی مقدر ہے، روزی بھی مقدر ہے، عزت وذلت بھی مقدر ہے، ہر چیز مقدر ہے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کہ جو کچھ اچھا برا ہوتا ہے وہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

جذامی سے بچنے اور طاعون زدہ علاقہ میں نہ جانیکی کی حکمت

بعض روایات کے اندر یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی جذام کی بیماری کے اندر مبتلا ہو جس میں عام طور پر آدمی مر جاتا ہے تو تم اس سے اس طرح بچو جیسے شیر سے بچتے ہو اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جس شہر میں یا جس بستی میں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں مت جاؤ اور جو لوگ اس شہر کے اندر ہیں ان کو یہ حکم ہے کہ باہر مت نکلو۔ ان ارشادات کے ظاہر سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کچھ نہ کچھ تو لگتی ہی ہے، یاد رکھو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چونکہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا بلکہ جذامی آدمی سے جو بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کی وجہ دوسری ہے، اسی طرح جس علاقہ میں طاعون ہے وہاں جانے کی ممانعت کی وجہ اور جو وہاں موجود ہیں ان کے نکلنے سے ممانعت کی وجہ اور ہے، وہ وجہ یہ ہے کہ سارے مسلمان ایمان کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں، قوی ایمان والے بھی ہیں، درمیانے درجے کا ایمان رکھنے والے بھی ہیں اور ضعیف ایمان والے بھی ہیں، اس جیسے جتنے بھی آپ کے ارشادات ہیں، یہ کمزور ایمان والوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے ہیں کہ جس آدمی کو جذام کی بیماری ہے یا جو طاعون کے مرض میں مبتلا ہے تو یہ بیماری اس کے اندر اللہ کے حکم سے ہے، کسی اور کو کبھی لگ نہیں سکتی، اگر تقدیر میں ہوگی تو لگے گی اور اگر تقدیر میں نہیں ہوگی تو کچھ

بھی ہو جائے، کوئی بیماری لگ نہیں سکتی۔

• اب اگر کوئی کمزور ایمان والا ہے اور وہ کسی جذامی کے پاس چلا گیا اور جا کر اس کے ساتھ کھانا کھالیا یا اس کا جھوٹا پانی پی لیا یا اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اس بیٹھنے والے کی قسمت میں بھی وہ بیماری لکھی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں اس کے اندر بھی وہ بیماری پیدا ہوگئی تو ظاہر میں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے وہ یہ سمجھے گا کہ چونکہ میں اس جذامی کے پاس بیٹھا تھا یا میں نے اس کا جھوٹا پانی پیا تھا، اس لئے اس کی بیماری میرے لگ گئی اور جب وہ یہ سمجھے گا تو اس کے ایمان میں خلل واقع ہوگا اور تقدیر پر جو ایمان تھا وہ ڈانواڈول ہو جائیگا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً اس کو اس کے پاس جانے سے منع فرمادیا کہ تمہارا ایمان کمزور ہے، اگر تم اس کے پاس چلے گئے اور تمہاری تقدیر میں بیماری لکھی ہوئی تھی اور تم اپنی تقدیر کے مطابق بیمار ہو گئے اور غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کی بیماری مجھے لگ گئی تو تمہارا ایمان ہی خطرے میں پڑ جائیگا، لہٰذا اس کے پاس جانے سے احتیاط کرو تا کہ تمہارا ایمان سلامت رہے اور تمہارے ایمان میں خلل واقع نہ ہو، اس لئے آپ نے جذامی کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح جس علاقہ، شہر، گاؤں، دیہات میں کوئی بیماری عام لوگوں کو ہو رہی ہے تو ان سب کو اپنی اپنی تقدیر کے مطابق ہو رہی ہے، ایک کی بیماری دوسرے کو ہرگز ہرگز نہیں لگ رہی، لیکن باہر والوں کو وہاں جانے سے منع فرمایا، اس لئے کہ اگر یہ باہر والا وہاں چلا گیا اور اس کی تقدیر میں پہلے سے ہی وہ بیماری لکھی ہوئی تھی جو اس علاقہ میں آئی ہوئی ہے اور وہاں جا کر اس کی تقدیر کے مطابق اس کو بھی وہ بیماری ہوگئی تو ایمان کے کمزور ہونے کی بناء پر وہ یہ سمجھے گا کہ میں چونکہ اس علاقہ میں چلا گیا تو میرے بھی یہ بیماری لگ گئی، نہ جاتا تو نہ لگتی اور جب وہ یہ سمجھے گا تو اس کے ایمان میں خلل واقع ہوگا اور تقدیر پر جو ایمان تھا وہ

متزلزل ہو جائے گا، تو اس کے ایمان کے تحفظ کے لئے آپ نے یہ تلقین فرمائی کہ تم وہاں مت جاؤ، احتیاط کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا ایمان ہی خطرے میں پڑ جائے اور اس میں خلل واقع ہو جائے۔

اسی طرح جو لوگ اس بستی کے اندر ہیں، وہ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ دو آدمی اس گھر میں مر گئے، تین آدمی دوسرے گھر میں مر گئے، چار آدمی تیسرے گھر میں مر گئے اور کثرت سے لوگوں کی موت واقع ہو رہی ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان بستی والوں کو حکم یہ ہے کہ کوئی بھی اپنے علاقہ سے باہر نہ جائے، اسی وبائی علاقہ کے اندر ہی سب لوگ رہیں، کسی کو بھی وہاں سے باہر جانے کی اجازت نہیں، اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ اگر کوئی شخص اس بستی سے نکل کر باہر چلا گیا حالانکہ اس کی تقدیر میں وہ بیماری لکھی ہوئی ہی نہ تھی اور اس کو وہ بیماری نہ ہوئی تو اس کا ایمان اس طرح خطرے میں پڑ جائیگا کہ وہ یہ سمجھے گا کہ میں چونکہ اس بستی سے نکل آیا تو بچ گیا، اگر میں وہاں ہوتا تو میں بھی مر جاتا۔ یہ ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دور اندیشی کہ کس کس طریقہ سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرما رہے ہیں کہ اس بستی کے اندر رہنے کی صورت میں بھی اس کی تقدیر میں اگر بیماری نہیں ہے تو نہیں ہوگی اور جب وہاں نہیں ہوگی تو باہر بھی نہیں ہوگی لیکن اگر وہ باہر چلا گیا اور وہ بیمار نہ ہوا تو باہر آکر وہ یہ سمجھے گا کہ باہر آنے کی وجہ سے میں بیماری سے بچ گیا اس سے اس کا تقدیر پر ایمان خراب ہو جائیگا، اس طرح سے آپ نے اندر والوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی، اب اندر جتنے بھی ہیں جس جس کی تقدیر میں یہ بیماری لکھی ہوئی ہے اس کو تو ہوگی اور جن کی قسمت میں نہیں لکھی وہ اندر رہتے ہوئے بھی بیماری سے محفوظ رہیں گے، جن ارشادات میں آپ نے منع فرمایا ہے وہ احتیاط کے طور پر ایمان کے تحفظ کے لئے منع فرمایا ہے ورنہ اصل بات وہی ہے کہ بیماری اور صحت مقدر ہے، حادثات اور سانحات

سارے تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں، جس کے لئے جس وقت مقدر ہیں اسی وقت وہ رونما ہونگے۔

اسلام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے منع نہیں کرتا

نیز ان احادیث سے ہمارے لئے یہ سبق بھی مل گیا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسلام ہرگز اس سے منع نہیں کرتا مگر نظریہ کا صحیح رکھنا ضروری ہے، اعتقاد کا درست رکھنا لازم ہے، ایمان کے مطابق ہمارا اعتقاد یہی ہونا چاہئے کہ بیماری اللہ کے حکم سے آتی ہے اور اللہ ہی کے حکم سے جاتی ہے، اگر اللہ کا حکم ہوگا تو آپ کتنا ہی وبائی علاقہ سے دور ہوں، آپ کو بیماری ہوکر رہیگی اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے تو آپ مریض کے منہ کا نوالہ اپنے منہ میں رکھ لیں تب بھی آپ کا کچھ نہیں ہوگا، البتہ احتیاطی تدابیر اعتدال کے ساتھ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، انجیکشن لگوانا بھی صحیح ہے اور دوسری تدابیر بھی اختیار کر سکتے ہیں لیکن عقیدہ کا صحیح رکھنا ضروری ہے اور مریض سے چھوت چھات کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے کہ بالکل اس کو ہم انتہائی خطرناک قرار دیکر اس کے پاس آنا جانا چھوڑ دیں، اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیں، اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیں یہ بالکل غلط ہے، احتیاطی تدابیر کریں لیکن مریض کے پاس آئیں جائیں، اس کی خدمت کریں اور اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ بیماری اللہ کے حکم سے ہی ہوتی ہے، اگر میری تقدیر میں لکھی ہے تو میں اس کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں، وہ ہو کے رہے گی اور اگر میری تقدیر مین نہیں ہے تو لاکھ اس کے پاس بیٹھوں، کچھ نہیں ہوسکتا اور یہ بالکل برحق ہے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

اس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ مجھے یاد آیا

جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں اور بڑے بزرگ اور عالم ہیں، پاکستان بننے کے بعد مشرقی پاکستان میں انہوں نے ہی پاکستان کا پرچم لہرایا تھا جبکہ کراچی میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرایا تھا، ان حضرات کی پاکستان بنانے کی کوششیں ناقابلِ فراموش ہیں، جب پاکستان بن گیا تو ہندوستان سے وہ پاکستان آگئے اور تقریباً ساری زندگی انہوں نے ''ٹنڈو الہ یار'' میں گزاری، پاکستان آنے کے کچھ عرصہ بعد وہ واپس ہندوستان اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کے لئے گئے، سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر ہندو اور مسلمان آپس میں ملے جلے رہتے تھے، بعض ہندوؤں سے کافی گہرے مراسم بھی ہوتے ہیں، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی کسی ہندو سے بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اس سے کافی میل جول تھا، جب حضرت اپنے آبائی وطن پہنچے تو حضرت نے اس ہندو کے بارے میں بھی پوچھا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں، کس حال میں ہے اور کہاں ہے، لوگوں نے بتایا کہ ''لالہ جی'' بہت سخت بیمار ہیں، ان کو بڑی خطرناک بیماری ہوگئی ہے اور گھر میں پڑے ہیں، کوئی ان کا پُرسانِ حال نہیں ہے، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے کیونکہ کافر کی عیادت بھی جائز ہے، جب ان کے گھر پہنچے تو گھر والوں سے پوچھا کہ ''لالہ جی'' کہاں ہیں؟ انہوں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ وہاں ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے عجیب ماجرا دیکھا کہ ان کے گھر والوں نے گھر کے ایک طرف دور ایک کونے میں ان کی چارپائی ڈالی ہوئی ہے، اس پر وہ پڑے ہوئے ہیں، نہ کوئی اس کے پاس ملنے جاتا ہے، نہ اس کے پاس کوئی خیریت پوچھنے جاتا ہے، نہ کوئی اس کو کھانا دینے جاتا ہے، نہ اس کو کوئی دوا پہنچانے جاتا ہے، کیونکہ سارے گھر والے یہ کہتے تھے کہ اس کو بڑی خطرناک

بیماری لگی ہوئی ہے، اگر ہم اس کے پاس جائیں گے تو ہمارے بھی لگ جائیگی، یہ تو مر ہی رہا ہے ساتھ میں ہم بھی مریں گے، چھوت چھات کا تصور ہندوؤں میں بہت زیادہ ہے، لہٰذا سارے گھر والوں نے اس کو ایک طرف ڈالدیا اور سب اپنی جان بچانے کے لئے دوسری طرف ہوگئے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں سیدھا ''لالہ جی'' کے پاس چلا گیا اور جاکر اس کے سامنے بیٹھ گیا، اس نے مجھے پہچانا اور حیران ہوکر مجھ سے کہنے لگا کہ آپ میرے پاس آکر بیٹھ گئے کیونکہ وہ بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ میں اتنا خطرناک مریض ہوں کہ میرے پاس کوئی آہی نہیں سکتا اور حضرت کیسے بے خوف وخطر آکر بیٹھ گئے، حضرت نے فرمایا کہ ہمارا دین تو کہتا ہے کہ کسی کی بیماری کسی کو نہیں لگتی، لہٰذا تمہارے پاس آنے سے تمہاری بیماری مجھے کوئی لگے گی، حضرت فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس بیٹھا رہا، باتیں کرتا رہا، وہ بہت خوش ہوا، پھر اس نے کہا کہ میں جس بیماری میں مبتلا ہوں وہ تو ہے ہی ناقابلِ برداشت لیکن اس سے بڑھ کر میرے لئے غم یہ ہے کہ میرے گھر والے بھی مجھ سے دور ہوگئے، اب میں تو زندگی ہی میں مرگیا، اس لئے کہ جس طرح قبر میں چھوڑ کر سب لوگ چلے جاتے ہیں، اسی طرح میرے گھر والے مجھے یہاں ڈال کر چلے گئے، نہ میرے بیوی بچے میرے پاس آتے ہیں، نہ بہن بھائی آتے ہیں اور نہ ہی ماں باپ میرے پاس آتے ہیں، غرض کوئی بھی میرے پاس نہیں آتا، ایک تو میں بیمار اور دوسرا یہ غم ہے کہ میرا اپنا کوئی بھی نہیں رہا، ساری زندگی میں نے جن کے لئے کمایا، آج ان کی شکلوں کو دیکھنے کے لئے بھی میں ترس گیا، حضرت فرماتے ہیں کہ جب دوا کا وقت ہوا تو میں نے عجیب معاملہ دیکھا کہ ایک لمبا بانس جس کے آگے ایک اینگل لگا ہوا ہے، گھر والوں نے اس کے اندر بالٹی لٹکائی، دوا اس میں ڈالی اور وہ دوا اس بانس کے ذریعہ سے اس تک پہنچائی، لالہ جی نے وہ بالٹی اس بانس سے نکالی اور پھر اس بالٹی سے دوا نکالی اور اس کو پیا اور پھر بالٹی واپس اس

بانس میں لٹکا دی جس کو ان کے گھر والوں نے کھینچ لیا۔ یعنی ڈر کی بھی کوئی انتہاء ہے، عقیدہ کی خرابی کی بھی کوئی حد ہے، اسی طرح لالہ جی کو کھانا پینا اور چائے وغیرہ بھی پہنچائی جارہی تھی، گھر والے اتنا ڈر رہے تھے کہ مریض کے قریب بھی نہیں جاتے تھے، یہ معاملہ دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہوا اور میں نے ان کو تسلی دی کہ بھائی! یہ سب باتیں غلط ہیں، کسی کی کوئی بیماری کسی دوسرے کو نہیں لگتی، پھر میں تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا، اس کے بعد اس نے ایک عجیب بات کہی کہ حضرت! میرا دل تو یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا مذہب سچا ہے اور ہمارا مذہب جھوٹا ہے، اس لئے کہ تم میرے پاس بیٹھے ہو، یہ اس کے سچے ہونے کی علامت ہے، اگر ہمارا مذہب سچا ہوتا تو میرے گھر والے اس طرح میرے سے دور نہ ہوتے، میں تو گھر والوں سے دور ہو گیا، ساری برادری سے کٹ گیا، جیتے جی مر گیا، میرا دل یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا مذہب سچا ہے، لہٰذا جلدی سے مجھے کلمہ پڑھاؤ، میں نے فوراً کلمہ پڑھایا، اس کے کلمہ پڑھنے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ اندازہ کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعلیم پر عمل کرنے سے ایک کافر کو ایمان نصیب ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے کا اثر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری باتیں ایسی سچی، پکی اور اٹل ہیں کہ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر آپ کی بات اپنی جگہ پہاڑ کی طرح مضبوط اور پختہ ہے، ہم جو طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں، یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات چھوڑنے کی وجہ سے ہیں ورنہ آپ کی تو ایک ایک تعلیم ایسی ہے کہ کافر کو بھی مسلمان کر دے اور زندگی بھر کا کفر ختم کر دے، دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعلیم پر عمل کرنے کی بدولت ''لالہ جی'' کو ایمان نصیب ہو گیا، تو ہم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں پر عمل کریں گے تو ہمارا ایمان مکمل

ہو جائیگا اور اس میں جو کمی ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ دور ہو جائیگی، اس لئے اپنا عقیدہ درست کر لینا چاہئے کہ ایک کی بیماری کسی دوسرے کو نہیں لگتی، جس کی تقدیر میں اللہ نے وہ بیماری لکھدی ہے وہ ہو کر رہیگی، اس کو اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جس کی تقدیر میں بیماری نہیں لکھی، اس کو کسی کی بیماری لگ نہیں سکتی، زمین اِدھر سے اُدھر ہو جائے، آسمان اپنی جگہ سے ہٹ جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات اپنی جگہ قائم رہیگی۔ اور یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ احتیاطی تدابیر اعتدال کے ساتھ اختیار کرنے کی اجازت ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مزید دو غلط نظریے

ایک بات اسی سلسلہ کی اور یاد آئی کہ ہندوؤں کے اندر یہ بھی ایک نظریہ پایا جاتا ہے کہ جس عورت کے بچے زندہ نہیں رہتے، اس کے پاس کسی کنواری یا نو بیاہتی لڑکی کو جانے نہیں دیتے، کہتے ہیں کہ وہ تو ہے ہی بے اولاد، اس کی یہ بے اولاد ہونے کی بیماری کسی دوسرے کو نہ لگ جائے، اس لئے جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہوتی ہے، اس کو اس عورت کے پاس جانے کی ممانعت ہوتی ہے اور کوئی کنواری لڑکی بھی اس کے پاس نہیں جاسکتی، عقیدہ وہی ہے کہ اس کی بیماری اس کو نہ لگ جائے اور پھر اس کے ہاں بھی اولاد نہیں ہوگی، اسی طرح ایک نظریہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جس کی اولاد پیدا ہوتے ہی مر جاتی ہے، اسے کہتے ہیں ''مرت بیاہی'' اس کے پاس بھی کسی کو جانے نہیں دیتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے بچے مرنے کی بیماری کسی دوسرے کو لگ جائے۔

بھائیو! یہ تو ہندوؤں کی باتیں ہیں، خواتین خاص طور پر سمجھ لیں کہ یہ ساری باتیں بے بنیاد، غلط، جاہلانہ اور ہندوانہ ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کو غلط قرار دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ'' لَا عَدْوٰی '' جس

کے معنی ہیں کوئی بیماری کسی کے نہیں لگتی، بیماری اللہ کے حکم کے تابع ہے، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو بیماری ہوتی ہے اور جب اللہ کا حکم نہیں ہوتا تو بیماری نہیں ہوتی۔

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا یہ بھی غلط نظریہ ہے

ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو کافر تھے، ان کے طرح طرح کے نظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ وہ صفر کے مہینے کو بھی منحوس اور برا سمجھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافروں کا یہ تصور آج بھی مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے، آج بھی بعض مسلمان بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ صفر کا مہینہ بلاؤں کے نازل ہونے کا مہینہ ہے اور اپنی طرف سے غلط غلط باتیں بنا کر لوگوں میں پھیلا رکھی ہیں یہاں تک کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ کل دس لاکھ بیماریاں ہیں جن میں سے نو لاکھ اسی ہزار بیماریاں صفر کے مہینے میں اترتی ہیں۔

اب آپ بتائیں کہ خدانخواستہ اگر یہ بات سچی ہو تو کوئی دنیا میں زندہ بچے گا؟ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ صفر کا مہینہ ہر سال آتا ہے اور ہم سب الحمد للہ سلامت ہی رہتے ہیں۔ یہ محض جاہلانہ تصور ہے اور یہ بھی اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے کہ کل دس لاکھ بیماریاں ہیں اور پھر نو لاکھ اسی ہزار صفر کے مہینے میں اترتی ہیں، اسی لئے بعض مسلمان ڈر کے مارے اس مہینے میں بڑا صدقہ خیرات کرتے ہیں اور شادی بیاہ بھی نہیں کرتے کہ یہ تو مصیبتوں کا مہینہ ہے، خوشی کا مہینہ نہیں ہے، لہٰذا اگر صفر میں شادی ہوگی تو وہ صِفر ہوگی، صرف ڈر کے مارے وہ اس مہینے میں شادی ہی نہیں کرتے خاص طور پر یکم صفر سے تیرہ صفر تک کو زیادہ منحوس سمجھتے ہیں کہ ان تیرہ دنوں میں زیادہ بلائیں اترتی ہیں، زیادہ پریشانیاں آتی ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں نازل ہوتی ہیں، لہٰذا ان تیرہ دنوں میں لوگ زیادہ صدقہ خیرات کر کے اپنی جان کی امان چاہتے ہیں۔

ماہِ صفر خیر و برکت کا مہینہ ہے

سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صفر کے بارے میں فرمایا کہ "لَا صَفَرَ" کہ صفر کے بارے میں جو لوگوں کا عقیدہ اور تصور ہے کہ یہ مہینہ منحوس مہینہ ہے، بلاؤں کے نازل ہونے کا مہینہ ہے، آفات و بلیات، بیماری و سانحات کا مہینہ ہے، یہ بالکل غلط ہے، صفر کا مہینے کا مکمل نام ہے "صفر المظفر" مظفر کے معنی کامیابی کے آتے ہیں یعنی کامیابی کا مہینہ، اس کو صفر الخیر بھی کہتے ہیں یعنی خیر و برکات کا مہینہ، اسلام کا تصور یہ ہے کہ یہ خیر کا مہینہ ہے، کامیابی کا مہینہ ہے، ہرگز ہرگز منحوس مہینہ نہیں ہے۔

کسی مہینے میں نحوست نہیں

جب اللہ پاک نے آسمان و زمین بنائے تو اسی وقت اللہ پاک نے سال کے بارہ مہینے بھی بنائے اور اسلامی جنتری کے اعتبار سے سال کے بارہ مہینوں کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں، کسی رات میں کوئی نحوست نہیں، کسی دن میں کوئی نحوست نہیں، کسی مہینہ میں کوئی نحوست نہیں، کسی سال میں کوئی نحوست نہیں، سارے اللہ پاک کے بنائے ہوئے پاک وصاف مہینے اور دن ہیں، البتہ سال میں چار مہینوں کو اللہ پاک ہی نے محترم قرار دیا ہے، جن میں سے تین مہینے تو لگاتار ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور ایک مہینہ رجب المرجب کا ہے جو شعبان سے پہلے آتا ہے، یہ چار مہینے محترم ہیں لیکن کوئی مہینہ غیر محترم نہیں، لہٰذا یہ ماہِ صفر کے متعلق لوگوں کا تصور صحیح نہیں ہے۔

غلط نظریات کی وجہ دین سے دوری ہے

یہ جو غلط غلط عقائد مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری ہے، مسلمان جتنا دین سے قریب رہیں گے اتنا ہی ان کا ایمان

مضبوط رہیگا اور جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے، اس کے اعتقاد میں ایسی بے بنیاد، من گھڑت اور غلط باتیں آتی ہی نہیں ہیں، یہ آتی ہی ایسے لوگوں کے اندر جن کا رشتہ دین اور اہلِ دین اور علماءِ دین سے کمزور ہوتا ہے اور جاہلوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور ملنا جلنا ہوتا ہے اور جاہلوں کے عقائد اور نظریات خراب ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا بھی عقیدہ خراب ہو جاتا ہے۔

''سحر و آسیب کا وہم'' ایمان کے کمزور ہونے کی علامت ہے

چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک اور پہلو بھی قابلِ توجہ ہے اور وہ بھی ہمارے دین وایمان کے کمزور ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ تیزی کے ساتھ پھیل چکا ہے اور نجانے کتنے خواتین وحضرات اس کا شکار ہیں اور شکار ہونے کی بناء پر ان کی دنیا و آخرت تباہ ہو رہی ہے اور وہ ہے سحر و آسیب کا وہم، آج ذرا سا کسی مسلمان کا کاروبار ٹھپ ہو جائے، یا کسی کی ترقی موقوف ہو جائے، یا ملازمت نہ ملے، یا ذریعۂ معاش اس کو حاصل نہ ہو، یا کسی ضروری اور اہم کام میں کوئی رکاوٹ پیدا ہونے لگے یا گھر کے کچھ افراد بار بار بیمار ہونے لگیں یا پے در پے پریشانیاں پیش آنے لگیں، ہر شخص کا خاص طور پر عورتوں کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ کسی نے ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے، کسی کی نظر لگ گئی ہے یا کوئی جن آگیا ہے اور یہ ساری حرکتیں اسی کی ہیں، ہمارے گھر میں آسیب ہے، سایہ ہے، بچے کو چھپٹا ہو گیا ہے، اس لئے وہ بیمار ہے، رشتہ نہیں آرہا تو کہیں گے کہ کسی نے رشتے باندھ دیئے ہیں، دکان نہیں چل رہی یا نوکری نہیں مل رہی تو کہتے ہیں کہ کسی نے روزی باندھ دی۔

اکثر عامل ڈاکو اور چور ہیں

اس کے بعد سیدھے کسی عامل کے پاس جائیں گے اور عاملوں کی دنیا میں اکثر عامل ڈاکو اور چور ہیں، ان کے ہاں یہ باتیں پائی جاتی ہیں کہ کسی کے

واقعتاً جادو نہ ہو، آسیب نہ ہو، نظر نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو ان کے پاس جاؤ تو وہ کچھ نہ کچھ اپنے پاس سے نکال ہی دیں گے اور کہیں گے کہ تم کو جادو ہے، آسیب ہے، اس لئے کہ ان کا مقصد دکانداری ہے، جیسے آپ کسی دکان پر چلے جائیں تو وہ دکاندار آپ کو خالی ہاتھ جانے نہیں دیگا، ایک دفعہ آپ کسی دکان میں داخل ہو جائیں، اگر وہ دکاندار ہوشیار ہے تو وہ آپ کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیگا، سو روپے کی چیز پچاس کی بتا دیگا اور دوسری سو والی چیز دو سو میں دیدیگا، آپ سمجھیں گے کہ بڑی سستی چیزیں دے رہا ہے، یہ معلوم نہیں کہ دوسری طرف سے اس نے جیب کاٹ لی، جیسے تاجروں کا یہ حال ہے کہ آیا ہوا گاہک واپس نہیں جانا چاہئے، اسی طرح عاملوں کا حال بھی یہ ہے کہ کوئی مریض واپس جانا نہیں چاہئے، خالی آیا ہے تو بھرا ہوا جائے، بھرا ہوا آیا ہے تو دیکر جائے، یعنی اگر واقعی اس کے اوپر جادو یا آسیب ہے تو اس کے چکر پہ چکر لگوائیں گے اور ہر مرتبہ اس سے مشک، زعفران، عنبر منگوائیں گے اور وہ بھی اصلی اور اصلی ملتا نہیں ہے تو وہ مریض ان کو پیسے ہی دیدیگا کہ عامل صاحب! آپ ہی منگوا لیجئے گا، ہمیں تو ملتا نہیں، بس اب عامل کے پاس آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور پھر گھر کا کوئی فرد ایسا نہیں ہو گا جس پر آسیب نہ ہو، جادو نہ ہو، عامل صاحب نے علاج کر دیا مگر پھر بھی وہی حال، دکان ویسی کی ویسی، عامل صاحب کہیں گے کہ پھر دوبارہ حملہ ہو گیا ہے، میں نے تو جادو کاٹ دیا تھا اور علاج کر دیا تھا مگر اب دوبارہ جھپٹا ہو گیا اور کسی نے دوبارہ جادو کر دیا، اب میں اس کا بھی توڑ کرونگا، اب یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ ایسی دلدل ہے جو اس کے اندر گر گیا پھر اس کا نکلنا مشکل ہے۔

یاد رکھیں! جادو اور آسیب بلا شبہ ایک حقیقت ہے لیکن وہ ایک فیصد ہے جبکہ ننانوے فیصد یہ بالکل مصنوعی اور من گھڑت ہے اور عامل بھی اکثر ایسے ہی

ہیں جن کا اصل مقصد دکانداری ہے، ان کے پاس جانے سے پیسہ، صحت، ذہن، گھر سب کچھ برباد ہی ہوتا ہے کیونکہ ایسے عاملوں کا یہ بھی ایک وطیرہ ہے کہ وہ آپ کو یہ بھی بتائیں گے کہ آپ کا گھر باندھ دیا، آپ کی بیٹیوں کے رشتہ باندھ دیئے، آپ کے گھر والے سارے کے سارے بیمار ہیں اور یہ سب اس لئے ہے کہ آپ کے فلاں رشتہ دار نے آپ پر جادو کروایا ہے یہاں تک کہ یہ عامل لوگ بعض اوقات گھر والوں ہی کو اس میں ملوث قرار دیتے ہیں کہ تمہارے باپ، ماں، بھائی، بہن، بیوی یا شوہر نے جادو کروایا ہے، اس کو تو پیسے مل گئے اور آپ کا گھر برباد ہوگیا، یاد رکھئے! جو لوگ ان عملیات کے سلسلہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کی زندگی کی کوئی خیر نہیں کیونکہ علاج تو تب ہو جب کوئی بیماری ہو، واقعی جادو ہو، واقعی آسیب ہو، واقعی نظر ہو اور علاج کرنے والا بھی واقعی علاج کرنا جانتا ہو، اکثر تو بیماری ہی نہیں ہوتی، نہ جادو ہوتا ہے، نہ آسیب ہوتا ہے، لوگ اپنے خیال سے جادو سوچ لیتے ہیں اور پھر جب کسی عامل کے پاس جاتے ہیں تو وہ بھی تصدیق کر دیتا ہے کہ ہاں سب کچھ ہے بلکہ جتنا تم نے سوچا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، لہٰذا اب نتیجہ یہ ہے کہ گھر کے گھر تباہ و برباد ہو رہے ہیں، یہ جو ہمارے معاشرے کے اندر زبردست تباہی پھیلی ہوئی ہے، اس کی اصل وجہ ایمان کی کمزوری ہے، یاد رکھو! جنات برحق ہیں لیکن ان کی مجال نہیں کہ کسی انسان کو تکلیف پہنچا دیں جب تک کہ اللہ کا حکم نہ ہو۔

انسان کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں

اللہ پاک نے ہر انسان کی حفاظت کے لئے اس کے دائیں بائیں طرف فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں، سامنے اور پیچھے بھی مقرر کئے ہوئے ہیں، بعض روایات کے مطابق تین تین سو فرشتے مقرر ہیں جو چاروں طرف سے انسان کی جنات، آسیب، نظر، جادو اور تمام ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے حفاظت کرتے

ہیں، یہاں تک کہ حادثہ اور گرنے پڑنے سے بھی حفاظت کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے اور اس کی تقدیر کا لکھا ہوا سامنے آجاتا ہے تو یہ فرشتے ہٹ جاتے ہیں اور جو تکلیف پہنچنی ہوتی ہے وہ پہنچ جاتی ہے، اس لئے نہ کسی کا جادو کسی پر چل سکتا ہے نہ کوئی جن کسی کو تکلیف پہنچا سکتا ہے الاّ باذن اللہ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

اپنا ایمان مضبوط کریں

جب ہر نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان کو مضبوط کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ پر ہی یقین کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ پر اعتقاد کرکے اور اپنے ایمان کو صحیح کرکے اس بات کو ذہن میں نقش کرنا چاہئے کہ ہرگز ہماری روزی کسی نے نہیں باندھی، ہرگز ہم پر کوئی جادو نہیں ہے، ہرگز ہم پر کوئی آسیب نہیں ہے، ہرگز ہمارے رشتوں کو کسی نے نہیں باندھا ہے جو کچھ ہے سب تقدیر کا لکھا ہے، بس اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں اور اگر کبھی واقعتاً کسی پر سچ مچ آسیب یا جادو ہو جائے تو کوئی صحیح عامل تلاش کرو اور اس سے علاج کروالو لیکن یہ کہ ہر چیز میں ہمارا خیال ادھر جانے لگے جیسا کہ فی زمانہ یہی حالت ہے، ذرا سا کچھ ہو جائے تو فوراً یہ خیال آتا ہے کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے، کوئی اثر ہو گیا ہے، یہ سب ایمان کی کمزوری ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے اور ان باتوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، اللہ جل شانہ اپنے کرم سے ہمارے ایمان کو کامل فرمائیں، توحید خالص عطا فرمائیں، توکل صادق عطا فرمائیں، تقدیر پر کامل اور راسخ ایمان عطا فرمائیں اور اپنے فضل سے ہم کو عافیت نصیب فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین